عفو کا مضمون ہے جس کو گھروں میں جاری کرنا لازم ہے۔

اس کے بغیر گھروں میں پاکیزہ فضا پیدا نہیں ہو سکتی۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6 دسمبر 1996ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا
الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۳﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ
عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا
فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵﴾ (التغابن: 13 تا 15)

پھر فرمایا:

جب میں سویڈن میں تھا تو وہاں مجھے ایک خاتون کا خط آیا جس کا مفہوم یہ تھا تفصیل نہیں لکھی کہ آپ عفو اور مغفرت پر بھی کبھی خطبہ دیں کیونکہ اس کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے جو تأثر میں نے قائم کیا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے خاوند اپنے بچوں کے ساتھ معمولی باتوں پر بھی سختی کرتے ہیں تو اپنی شکایت سے زیادہ ان کو بچوں کا خیال معلوم ہوتا تھا مجھے خیال آیا کہ اس سے پہلے میں بارہا اس مضمون پر خطبات دے چکا ہوں اس لئے ابھی اتنی جلدی ضرورت نہیں ہے اور چلنے سے ایک رات پہلے، واپس آنے سے ایک رات پہلے میں نے ایک رؤیا دیکھی جو مجھے اس طرف متوجہ کر گئی کہ

ضرورت ہے اور وہ رؤیا یہ تھی کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک کتاب کا درس دے رہا ہوں اور آخری حصے پہ پہنچا ہوں اور وہاں پہنچ کر جو بات میں بیان کرتا ہوں مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بار بار بیان کر چکے ہیں۔ میں جماعت کو اس درس میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ جب تک تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مزاج نہیں سمجھو گے آپؑ کی تحریرات کا حقیقی مفہوم نہیں پا سکتے اور یہ تکرار نہیں بلکہ اصرار ہے اور اس پر رؤیا ختم ہوگئی۔ باقی باتیں میں نے آنکھ کھلنے کے بعد سوچیں تو میں حیران رہ گیا کہ جو بات میں سوچ رہا تھا کہ تکرار ہوگی اگر دوبارہ باتیں کروں گا، اسی وہم کا جواب مجھے رؤیا میں بتایا گیا کہ بعض باتیں بار بار اس لئے ضروری ہیں کہ ان پر اصرار کئے بغیر لوگ سمجھتے نہیں۔ پس تکرار وہ چیز ہے جو سمجھ میں آ چکی ہو اور پھر بے وجہ انسان اسے دہرائے اور اصرار وہ ہے کہ ایک بات بار بار کہی جائے اور کوئی نہ سمجھے اور پھر سمجھایا جائے اور پھر نہ سمجھے اور پھر سمجھایا جائے یہاں تک کہ انسان بلاغ کا حق ادا کر دے۔ اس رؤیا کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ لازماً میں اس کی طرف توجہ دوں گا۔

اور یہ آیت کریمہ جو آج کے لئے منتخب ہوئی ہے یہ معین طور پر تو میں نے نہیں کی تھی مگر پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو جب میں نے بتایا کہ اس مضمون پر آیت چاہئے اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے کہ انہوں نے وہ آیت چنی جو بعینہٖ اس مضمون پر صادق آ رہی ہے اور سب سے پہلی آیت بلاغ کے مضمون کو کھول رہی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ پس اگر تم پھر جاؤ گے۔ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ تو یاد رکھو ہمارے رسولؐ پر تو اس کے سوا کچھ فرض نہیں ہے کہ خوب کھول کھول کر بات کو بیان کر دے تو الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ کا وہی مفہوم ہے جو رؤیا میں اصرار کا مفہوم مجھے سمجھ آیا تھا کہ جب تک بات کھل نہ جائے انسان وہ بات کہتا چلا جائے اور حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کا بعینہٖ یہ طریق تھا جب تک ایک مضمون کو خوب اچھی طرح سمجھا نہ لیتے یہاں تک کہ بسا اوقات دوبارہ پوچھتے بھی تھے کہ بتاؤ تمہیں کیا سمجھ آئی ہے اس وقت تک اس بات کو دہراتے تھے اور بہت سی

ایسی نصائح ہیں جو کثرت سے دہرائی گئی ہیں۔

اور اس پہلو سے ''ذکر'' میں جو زور ہے نصیحت کر اور کرتا چلا جا وہ اَلْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ کا ہی ایک پہلو ہے۔ پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں جہاں بھی بظاہر تکرار فرمائی ہے وہ تکرار نہیں ہے بلکہ اصرار ان معنوں میں کہ جب تک وہ بات سمجھ نہ آئے میں نہیں چھوڑوں گا۔ پس اس آیت کے حوالے سے مضمون اور بھی زیادہ کھل گیا اور روشن ہو گیا جو رؤیا میں مجھے دکھایا گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللہ وہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ ہی پر مومن توکل کرتے ہیں۔ پہلی بات تو ضمناً یہ بتانی ضروری ہے کہ اس آیت کا پہلی آیت سے کیا تعلق ہے۔ اس کا پہلی آیت کے آخری حصے سے تعلق ہے۔ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ اگر تم پھر جاؤ گے تو ہمارے رسولؐ پر تو صرف کھول کھول کر بات کو پہنچا دینا تھا جو اس نے پہنچا دی لیکن تمہارے پھر جانے سے اسے نقصان کوئی نہیں پہنچے گا یہ وہ مضمون ہے جس کو اگلی آیت نے اُٹھایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایک ہی خدا ہے اس کے سوا کوئی نہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کا خدا وہی ہے جو ہر چیز کا مالک ہے اور خالق ہے پس تمہارے چھوڑنے سے محمد رسول اللہ ﷺ کو کیا فرق پڑے گا انہوں نے بات کھول دی اپنا فرض ادا کر دیا۔ اگر تم پھرتے ہو تو ایک کوڑی کا بھی فرق، ایک ذرّہ بھی فرق محمد رسول اللہ ﷺ پر نہیں پڑے گا کیونکہ اللہ آپ کو نہیں چھوڑے گا اور تم بھی یہ رنگ اختیار کرو۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ پس چاہئے کہ مومن خدا ہی پر توکل کیا کریں جیسا کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کا تمام تر توکل اپنی نصیحت پر نہیں بلکہ اللہ پر تھا اور یہ توکل علی اللّٰہ کا مضمون دعاؤں کی طرف بھی متوجہ کرتا ہے اور اس تعلق میں بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک نصیحت موجود ہے۔

ایک باپ کے متعلق جب سختی کی اطلاع ملی کہ بہت سختی کرتا ہے تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے شرک قرار دیا، سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کا مضمون جو ہے یہ توحید کی طرف جو غیر معمولی توجہ دلائی گئی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بلاغ تمہارا کام ہے اور زبردستی تمہارا کام نہیں ہے اور اگر تم یہ سمجھو گے کہ تم زبردستی کسی کو ٹھیک کر لو گے تو یہ شرک ہے اور یاد رکھو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تمہیں کبھی بھی خدائی طاقتیں نصیب نہیں ہو سکتیں تم اپنی مرضی سے کسی کو بدل نہیں سکتے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہی مضمون اس موقع پر جو ایک شکایت سے تعلق رکھتا ہے جو ایک شخص جو ویسے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے والے بظاہر ایک بزرگ صحابی تھے مگر ان کے دل میں کوئی ایسا رخنہ تھا جس کی اصلاح ضروری تھی وہ اپنی اولاد پر بہت زیادہ سختی کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ تم مشرک ہو اگر یہ کام کرتے ہو۔ تم سمجھتے ہو تم خود ٹھیک کر لو گے یہ ہو نہیں سکتا اس لئے دعا پہ زور دو۔

یہ جو اگلا آیت کا حصہ ہے وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ کا مطلب یہ ہے کہ جب جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی نصیحت سے اثر لینے کی بجائے پیٹھ پھیر کر چلے جاتے تھے تو ان کو پھر بھی اس حال میں چھوڑا نہیں کرتے تھے۔ اپنی نصیحت کے اثر انداز ہونے کے متعلق اللہ پر توکل فرمایا کرتے تھے اور اللہ آپ کی دعاؤں کو سنتا تھا اور جہاں بلاغ بظاہر ناکام رہا وہاں توکل علی اللہ کامیاب ہو جاتا تھا کیونکہ اصل تو وہی معبود ہے اس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز ہے تو کتنا عظیم الشان مضمون ہے جو ان آیات میں ایک ترتیب کے ساتھ، ایک تدریج کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ فرمایا اللہ پر توکل کرو۔ رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی طریق تھا کہ اپنے آپ کو پیچھے چھوڑ کر جانے والوں کو اس طرح ترک نہیں فرما دیتے تھے کہ اب ان کا معاملہ خدا پر میں چھوڑتا ہوں بلکہ ان کے لئے دعائیں کرتے تھے اور اپنے بلاغ کے کامیاب ہونے سے متعلق خدا کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔

اب یہ بھی وہی مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضور ﷺ کی عظیم کامیابی کے راز کے طور پر بیان فرمایا۔ وہاں بلاغ کو نہیں پیش کیا وہاں دعا اور توکل علی اللہ کو پیش کیا۔ آپؐ کو جو آخری عظیم کامیابی نصیب ہوئی ہے وہ دعاؤں کے نتیجہ میں، اللہ تعالیٰ کی ذات پر جو توکل تھا اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو آپؐ نے دعائیں کی ہیں تو ایسی

دعائیں کی ہیں کہ اے خدا تیرے سوا اب کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا اس دنیا میں وہ تو ہی ہے جو انقلاب برپا کرے گا اور جب ایسی دعائیں کیں تو اللہ نے انقلاب برپا کر دیا اور وہ انقلاب ایک عظیم معجزہ ہے جس کی کوئی مثال نبوت کی تاریخ میں آپ کو کہیں دکھائی نہیں دے گی کہ کوئی نبی وفات نہ پائے جب تک کہ اپنی ساری قوم کی کایا نہ پلٹ دے۔ وہ قوم جو اس کے خون کی پیاسی ہو جو شرک میں انتہا درجے تک ڈوب چکی ہو کسی کے علم میں کوئی مثال ہے تو لا کے تو دکھائے۔ اس کے پاسنگ کی مثال بھی ساری دنیا میں مذہبی تاریخ میں آپ کو دکھائی نہیں دے گی ایک محمد رسول اللہ ﷺ اور جس طرح اللہ ایک ہے اللہ پر توکل کرنے والا بھی دراصل ایک ہی تھا یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جن کی کوئی مثال تاریخ انبیاءؑ میں ایسی دکھائی نہیں دیتی۔ درجہ بدرجہ سب ہی توکل کرنے والے تھے درجہ بدرجہ سب نے ہی دعاؤں کا فیض پایا مگر کسی کی دعائیں ایسی ثابت نہیں جس نے ساری قوم کی کایا پلٹ دی ہو سوائے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے۔

پھر خدا تعالیٰ اس کے بعد فرماتا ہے، اس نصیحت کے مضمون کو اپنے گھر اور ماحول پر اطلاق کرتے ہوئے فرماتا ہے یہ قاعدہ کلیہ ہے یہ ازلی ابدی راز ہیں نصیحت میں کامیابی کے۔ تم بھی ان کی طرف توجہ کرو اور گھر سے بات شروع کرو اور یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے خونی اقرباء تمہارے ہیں جس طرح چاہو ان سے سلوک کرلو جو اصول خدا تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں اگر تم نے ان کو نظر انداز کیا تو تمہاری اپنی صلب سے تمہارے دشمن پیدا ہو سکتے ہیں۔ پس یہی وہ مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو بتایا کہ تم اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں سے ضائع نہ کرو اپنا دشمن نہ بناؤ کیوں کہ تم آنحضور ﷺ کی سنت کے مطابق عمل نہیں کر رہے ہو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ کیوں غور نہیں کرتے، کیوں فکر نہیں کرتے، تمہاری اپنی بیویاں، تمہاری اپنی اولاد تمہاری دشمن ہے یعنی ان میں سے تمہارے دشمن ہیں۔ مراد یہ ہے کہ کچھ ایسے لوگ ہیں جو ایسے بد نصیب ہیں کہ گویا ان کی بیویاں بھی ان کی دشمن ہو سکتی ہیں اور ہو جاتی ہیں اور ان کی اولاد بھی ان کی دشمن ہو سکتی ہے اور ہو جاتی ہے کیوں ہوتی ہے؟ ان کی غلط نصیحت اور غلط تربیت کے رنگ کی وجہ سے۔ چنانچہ یہ کہنے کے بعد، یہ تنبیہہ کرنے کے بعد فَاحْذَرُوْهُ ان کے معاملے میں احتیاط سے کام

لو۔ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔(التغابن:15) اب تین طریق ہیں نصیحت کے اپنے گھر میں بھی وہی استعمال کرو اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تمہاری غلطیوں سے بھی مغفرت کا سلوک فرمائے گا اور کوئی بد اثر ان کا تمہاری اولاد پر نہیں پڑے دے گا لیکن لازم ہے تم پر کہ اس طریق کو اختیار کرو جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کا ہمیشہ کا طریق تھا بعینہٖ یہی طریق تھا۔

وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا اگر تم عفو سے کام لو اور صفح سے کام لو اور مغفرت سے کام لو۔ یہ تین کیا چیزیں ہیں۔ بظاہر تو عفو اور صفح کو ایک ہی معنوں میں سمجھا جاتا ہے یعنی درگزر اور ایک ہی اس کا ترجمہ بھی ملتا ہے مگر ان میں فرق ہے اور اصل معنی عفو کا ہے کہ اس طرح نظر انداز کر دینا ایک چیز کو گویا ہے ہی نہیں، گویا موجود ہی نہیں تھی۔ یعنی ابتداء میں بچوں کی غلطیاں، بیوی کی غلطیاں ہوتی رہتی ہیں لیکن تم یوں سلوک کرو گویا تم نے دیکھی ہی نہیں تمہیں پتا ہی نہیں لگا اور ان کو کچھ سہولت اور آسانی دو ورنہ ہر وقت جو مرد گھر پر سوار رہے گا اس سے تو زندگیاں برباد ہو جائیں گی، عذاب بن جائیں گی۔ ہر وقت دیکھنا، ہر وقت میں میخ نکالنا، ہر وقت نقائص ڈھونڈنا یا نہ بھی ڈھونڈے تو نظر آ ہی جاتے ہیں۔ تو فرمایا جو لوگ اکٹھے رہتے ہیں ان پر لازم ہے کہ عفو سے کام لیں اکثر ایسا وقت گزاریں کہ گویا ان کو پتا ہی نہیں کیا ہو رہا ہے لیکن ہر چیز میں نہیں۔ وہ بدخلقیاں، وہ معمولی معمولی باتیں جو آغاز میں ہلکے طور پر ظاہر ہوا کرتی ہیں یعنی ابھی جرم نہیں بنتیں اور بعض خطائیں ہیں برتن گر کے ٹوٹا ہے ٹھوکر لگ جاتی ہے کسی چیز پہ کسی چیز کو نقصان پہنچ جاتا ہے کھانا دیر میں پکا، روٹی جل گئی، یہ وہ ساری چیزیں ہیں جو گھر کے روزمرہ کے معاملات ہیں جن میں عفو لازم ہے انسان اس طرح دیکھے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں، کچھ دیکھا ہی نہیں۔ اس طرح سنے جیسے کچھ سنا ہی نہیں یہ عفو کا معنی ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے نگاہوں سے متعلق کہ ’’**وہ دیکھتے مجھے یوں ہیں کہ دیکھتے ہی نہیں**‘‘ اس طرح عفو کی نظر ڈالتے ہیں گویا نہیں دیکھ رہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیکھنے کا یہی انداز تھا اور حضرت مصلح موعودؓ کا ہمیں پتا ہے بچپن سے یہی دیکھا کہ لگتا تھا کہ کچھ بھی نہیں دیکھ رہے اور دیکھ سب کچھ لیتے تھے تو

قرآن کریم نے جو عفو کا مضمون بیان فرمایا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ بے وقوف ہو، غافل ہو۔ غفلت کا مضمون ایک بالکل الگ مضمون ہے جس کو قرآن کریم ایک الگ موقع پر اٹھاتا ہے۔ یہاں علم کے باوجود اپنے دل کی کشادگی کی وجہ سے، وسیع حوصلے کی وجہ سے، اس طرح رہو جیسے تم نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ برتن ٹوٹا ہے گویا تمہیں آواز ہی نہیں آئی کسی جگہ کوئی داغ دھبہ لگ گیا ہے کوئی کھانا جل گیا ہے تو جیسے تمہیں پتا ہی نہیں چلا۔ تو یہ وہ روزمرّہ کا گھر کے معاملات میں بیوی اور بچوں سے سلوک ہے جو عفو کہلاتا ہے۔

یاد رکھو عفو کے نتیجہ میں گناہوں اور جرائم کی حوصلہ افزائی نہیں ہوا کرتی۔ عفو کے نتیجہ میں ایک شرم اور حیا پیدا ہو جاتی ہے اور جو بچے ہیں یا بیوی ہے وہ آخر سمجھ ہی جاتے ہیں ان کو پتا چل جاتا ہے کہ عفو ہو رہا ہے اور عفو کے نتیجہ میں کبھی بھی گناہ بے دھڑک اور بے حیا نہیں ہوا کرتے۔ آنکھوں میں ایک شرم پیدا ہو جاتی ہے اور یہ شرم دونوں طرف ہوتی ہے۔ پس یہ عفو کا مضمون ہے جس کو گھروں میں جاری کرنا لازم ہے اس کے بغیر گھروں میں پاکیزہ فضا پیدا نہیں ہوسکتی۔ بعض عورتوں کو میں نے دیکھا ہے ایک دفعہ میری موجودگی میں ایک عورت نے اپنے بچے کو کہا ایسا دوہتھڑ ماروں گی کہ منہ تیرا ادھر پھر جائے گا۔ اب وہ اور بھی تھے اس لئے اس کو نہیں پتا چلا کہ وہ کیا بات کہہ گئی ہے بڑی بدتمیزی ہے، بڑی بدخلقی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ایسی عورت کی ماں ایسی تھی۔

اب یہ بھی یاد رکھو کہ اگر اپنے گھروں میں تم بد رسمیں ڈال دو گے تو بد رسمیں آگے تمہاری نسلوں تک پہنچیں گی اور آئندہ نسلوں کو بھی خراب کریں گی اور بدخلقی ایک ایسی چیز ہے جو کبھی پیچھا نہیں چھوڑا کرتی۔ جن خاندانوں میں ماں باپ کی بدخلقی اثر انداز ہو جائے نسلاً بعد نسلٍ وہ بدخلقی چلتی چلی جاتی ہے اور پھر وہ اس پر فخر کرتے ہیں۔ بہت سے بدتمیز مرد جو عورتوں سے بدتمیزی کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں ہماری شان ہے باپ بھی اسی طرح ہمارا کیا کرتا تھا اور بعض عورتیں جب بدتمیزیاں کرتی ہیں تو کہتی ہیں ہماری ماں بھی اسی طرح کیا کرتی تھی جن کی مائیں بدتمیز ہوں اور خاوند کے سامنے زبان کھولنے والی ہوں ان کی لڑکیاں اس پہ فخر کر کے اس طریق کو آگے بڑھاتی ہیں کہ خبردار! جو ہم سے ایسی بات کی ہم ایسی کپتیاں ہیں یہ کریں گی، وہ کریں گی اور ایک

ایسا جھوٹا اور بے معنی فخر ہے جس سے ساری زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ آپس کے تعلقات میں ایسا زہر گھل جاتا ہے کہ ایسے ماحول میں زندگی بسر کرنا ایک جہنم کے ماحول میں زندگی بسر کرنا ہے۔

پس مرد ہو یا عورت ہو اس کو اپنی نگرانی کرنی چاہئے اور عفو میں پناہ لینی چاہئے اور جو عفو میں پناہ لے وہ بداخلاق ہو ہی نہیں سکتا۔ عفو آغاز ہے حسن خلق کا۔ دیکھی ہیں، نظر پھیر لی، خیال کیا جیسے کچھ بھی نہیں ہوا مگر اس کے بعد پھر فرمایا۔ وَتَصۡفَحُوۡا اب تَصۡفَحُوۡا کا مطلب ہے صاف کر کے گویا ہے ہی نہیں ایسا مٹا ڈالو گویا نہیں ہے۔

عفت الديار محلها و مقامها (لبيد بن ربيعة العامری)

شہر اس طرح مٹ گئے کہ نہ ان کا عارضی ٹھکانے کا نشان رہا نہ ان کے مستقل ٹھکانے کا نشان رہا اور عرب شعراء نے عفو لفظ کو انہی معنوں میں بڑے اچھے اچھے شعروں میں استعمال کیا ہے یعنی کلیۃً مٹ جانا لیکن عفو کا وہ مضمون جو یہاں اطلاق پاتا ہے وہ اور ہے اور وہ عرب لغت کھول کر بیان کرتی ہے۔

صفح سے جو مراد یہاں اطلاق پا رہی ہے وہ یہ ہے کہ تم ان کو تھوڑا سا ڈانٹو اور کچھ خفگی کا اظہار کرو تو کبھی کبھی جب یہ دیکھو کہ تمہارے عفو نے کام نہیں کیا تو صَفۡحًا جَمِيۡلًا صفح سے کام لو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے کچھ ناراضگی کا اظہار کرو اور صفح کا لفظ جو ہے وہ بہت ہی ایک اعلیٰ درجہ کا انتخاب ہے اس موقع کے لئے کیونکہ صفح اس بات کو بھی کہتے ہیں کہ ایک انسان کسی سے کچھ دیر کے لئے ناراضگی کی وجہ سے منہ پھیر لے یعنی چھپانے کے لئے نہیں بلکہ اس اظہار کے لئے کہ تم نے ایسی حرکت کی ہے کہ اب میں ویسا پیار کا تعلق تم سے نہیں رکھ سکتا۔ یہ نظریں جو ہیں یہ نظر پھیرنا اور ہے اور عفو کی نظریں پھیرنا بالکل اور ہے۔ پس چونکہ معانی ملتے ہیں اس لئے ترجمہ کرنے والے زیادہ باریکی میں اگر نہ جائیں تو ایک ہی جیسا ترجمہ کر دیتے ہیں جو درست نہیں ہے۔

عفو میں نظر انداز کرنا، درگزر کے ان معنوں میں کہ گویا کوئی واقعہ نہیں ہوا، آپ دیکھ رہے ہیں اپنے حوصلے کی وجہ سے اسے برداشت کر رہے ہیں۔ صَفۡحًا کا مطلب ہے بعض دفعہ

بچے جب ایسی حرکت کریں جو ناپسندیدہ ہے اور کرتے رہیں، آپ ان سے منہ پھیر لیتے ہیں ان معنوں میں کہ ان کو محسوس ہوتا ہے کہ ہماری طرف وہ پیار اور شفقت کی توجہ نہیں رہی اور یہ چیز اصلاح کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اسے انگریزی میں Reprove کہتے ہیں یعنی ایسے رنگ میں سرزنش کرنا کہ جو سزا کے معنی تو نہیں رکھتی لیکن لفظوں میں یا طرز سے وہ غلطی کرنے والے کو احساس دلا دیتی ہے کہ ہم سے کچھ ایسی بات ہوئی ہے کہ اب ہم ویسے پیار کے مستحق نہیں رہے توجہ پھر گئی ہے۔ تو یہ بھی ایک بہت ہی اہم اصلاح کا طریق ہے جس کو قرآن کریم نے میاں بیوی کے تعلق ہی میں بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر کوئی عورت کپت کرنے والی ہو، لفظ پنجابی ہے لیکن ہے بڑا زبردست اس لئے میں استعمال کرتا ہوں اس کو بے دھڑک، فرمایا کہ فساد برپا کردے بات بات پر بدتمیزی کرنے والی آگے سے اٹھ کھڑی ہونے والی تو فرمایا اس کو نصیحت کرو اور پھر اسے کچھ عرصے کے لئے علیحدہ اپنے بستر میں چھوڑ دو اب وہ علیحدہ چھوڑنے کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ سمجھے کہ میرا کچھ اس نے دیکھا ہی نہیں، میرا نقص اس کو پتا ہی نہیں چلا بلکہ یہ اعراض ایسا ہے جس سے بڑی وضاحت کے ساتھ جرم کرنے والے اور خطا کرنے والے کو محسوس ہو جاتا ہے کہ اب معاملہ آگے بڑھ گیا ہے، اب اس کا تعلق اثر انداز ہو گیا ہے۔ اب اگر میں ایسی باتیں پھر کروں گی یا کروں گا تو مجھے اس سے وہ شفقت نصیب نہیں ہوسکتی جو پہلے ہوا کرتی تھی۔ تو یہ عفو کے بعد صفح ہے۔

چنانچہ صفح میں یہ بھی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ ایک انسان ناراضگی کے اظہار پر اپنا گھر چھوڑ کر باہر نکل جائے۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کوئی بری بات آپ دیکھتے ہیں تو اس جگہ کو چھوڑ کر ہٹ جاتے ہیں صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ ناراضگی کا اظہار ہے گو سختی اس میں نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ اگر کوئی بدتمیزی کی باتیں کرتا ہے دین کے متعلق تو وہاں دراصل صفح کا معنی ہی ہے جو مضمون بیان ہوا ہے ان کو چھوڑ کر الگ ہو جاؤ یعنی محسوس ہو ان کو کہ ہماری یہ حرکت اس شخص کو پسند نہیں آئی اس کے بعد بھی اگر ایسی غلطی سرزد ہو جاتی ہے جو قابلِ سرزنش ہے تو پھر مغفرت کا خانہ کھلا رہ جاتا ہے اور بعض باتوں میں اظہار ناراضگی کے بعد بھی مغفرت ہوتی ہے اور ان معنوں میں صفح کے بعد مغفرت کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی ناراضگی کو پھر اتنا لمبا نہ کرو کہ تعلق ٹوٹ ہی جائے،

ایسا نہ ہو کہ رشتہ وداد ہی قطع ہو جائے کچھ حوصلہ دکھاؤ پھر اور واپسی کے سفر کے لئے مغفرت سے کام لو۔

تب ہی خدا تعالیٰ جب بعض اپنے بندوں کا پیار سے ذکر کرتا ہے کہ ان سے یہ خطا ہوئی یہ خطا ہوئی تو پھر مغفرت کا مضمون ہمیشہ اس کے بعد آتا ہے اور مغفرت کے مضمون سے پہلے جب خدا کا دل مائل ہوتا ہے، دل چاہتا ہے کہ اس سے میں پیار کروں تو اس کو خود دعائیں سکھاتا ہے اور خود اس کو طریق بتاتا ہے کہ یہ باتیں کرو پھر مجھے تم بہت اچھے لگو گے پھر میں تمہاری طرف لوٹ آؤں گا اور اس کے لئے کوئی بہانہ ہونا چاہئے ورنہ بعض لوگ ایسے بھی میں نے دیکھے ہیں کہ وہ ناراض ہوئے واپسی کا رستہ ہی یاد آتا نہیں ہے، دل چاہے بھی تو آپس میں ایسی اجنبیت پیدا ہو جاتی ہے کہتا ہے دوبارہ ہم کس منہ سے بات کریں گے اور اس کے نتیجے میں لمبے عرصے تک بعض دفعہ جدائیاں پڑ جاتی ہیں۔ میرے علم میں جب ایسے لوگ آتے ہیں تو میں سمجھاتا ہوں کہ اپنی انا کو توڑو یہ جھوٹی انا ہے تم سمجھتے ہو کہ اگر میں نے اب کہا تو میری خفت ہو جائے گی تو واپسی کے رستے ہر شخص کی اپنی شان اور اپنی حیثیت کے مطابق ہوا کرتے ہیں۔ اللہ نے واپسی کا رستہ اختیار کیا ہے اور قرآن نے کھول کر بیان فرمایا ہے۔ اس کو بھی تو واپسی چاہئے ایک بندے سے ناراض ہوا ہوا ہے، دوسری طرف منہ کیا ہوا ہے بندے کو محسوس ہو گیا ہے کہ اب مجھے چھوڑ رہا ہے کچھ، وہ التفات نہیں رہا، وہ دعاؤں میں مقبولیت نہیں رہی۔ خدا کے اظہار کے بے شمار طریقے ہیں جو بندے کو محسوس ہو جاتا ہے کہ اب کچھ معاملہ آگے بڑھ گیا ہے پھر اللہ واپس آتا ہے، بندہ تو نہیں پھر اس کو پکڑ سکتا۔ اللہ تعالیٰ تو بندے کی پکڑ، پہنچ سے کہیں بالا اور اس کی رسائی سے بہت اونچا ہے تو یہ اس کی رحمت کا طریق ہے، خود جھکتا ہے اور قرآن کہتا ہے کہ ہم نے اسے پھر سکھایا ایسی ایسی باتیں کرو وہ ہمیں بڑی اچھی لگیں گی، پھر میں تجھے معاف کروں گا تو معافی کے بھی کیسے پیارے رنگ ہیں اللہ کے، خود ہی معافی کے ڈھنگ سکھائے اور پھر معاف کر دیا اور گویا واپسی کا رستہ قائم ہو گیا۔

بندوں میں بھی کچھ واپسی کے رستے ہوا کرتے ہیں اور حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ بھی وہ رستے نکالا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب وہ آپ ؐ کے اوپر ایک بہت

ہی ظالمانہ، جھوٹا الزام لگا، آپ نے کچھ عرصہ علیحدگی اختیار کی جب خدا تعالیٰ نے آپؐ کو بتایا کہ الزام بالکل جھوٹا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ معصوم ہیں تو آپؐ نے واپسی کے وقت نرم باتیں شروع کر دیں، حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا اب نرم باتوں کا کیا فائدہ، اللہ نے حکم دیا ہے تو آئے ہو، مگر انسانی فطرت ہے آپؐ نے اپنی طرف سے پیار اور نرمی کی باتیں کیں مگر عائشہ صدیقہؓ سمجھتی تھیں کہ اللہ کا حکم آ گیا اب مجبور ہو گئے ہیں۔ تو واپسی کے رستے انسان ہمیشہ ڈھونڈا کرتا ہے اور اپنی زندگی کے تجربوں پر آپ نظر ڈال کے دیکھ لیں ایک دفعہ جب آپ صــفــح کا معاملہ شروع کر دیں تو پھر بسا اوقات واپسی میں الجھن پیدا ہوتی ہے اور آنحضرت ﷺ نے اس سلسلے میں بہت سے پیارے انداز دکھائے جن سے پتا چلتا ہے کہ مغفرت کے لئے صفح کے بعد رستہ بنانا چاہئے اور انسان کو واپس لوٹنا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس انا کو توڑنے کے لئے ایک بہت ہی پیارا نسخہ بیان فرمایا۔ بعض دفعہ صفح سچ ہے ناراضگی حق ہے لیکن اب اگلا بھی ناراض ہو بیٹھتا ہے وہ سمجھتا ہے میں سچا ہوں تو پھر واپسی کا پل قائم کرنا ذرا زیادہ مشکل ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ''**سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو**'' پھر کوئی مشکل نہیں رہے گی۔ یہ جو انا کا معاملہ ہے، انا جو حائل ہو جاتی ہے دوبارہ تعلقات کے قیام کے لئے اس کو توڑنے کے لئے اس سے اچھا کوئی رستہ نہیں ہے اور میں نے خود بھی اس کو استعمال کر کے دیکھا ہے، دوسروں کو بھی استعمال کروایا ہے بہت ہی اعلیٰ درجے کا نسخہ ہے۔ یہ نہیں فرمایا سچے ہو کر جھوٹے ہونے کا اقرار کرو۔ اب سچے ہو کر جھوٹا ہونے کا اقرار کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر انسان سمجھ رہا ہے کہ میں جھوٹا نہیں ہوں اور یقین رکھتا ہے کہ میں جھوٹا نہیں ہوں تو پھر اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ کہنا کہ سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو ایک ہی معنی رکھ سکتا ہے دوسرا معنی اس میں آ ہی نہیں سکتا۔ اس کا یہ معنی ہو نہیں سکتا کہ سچے ہو تو جھوٹ بول کر اپنے آپ کو جھوٹا کہو اور کئی لوگوں کو اس فقرے کا مفہوم نہ سمجھ آنے کے نتیجہ میں واپسی کا رستہ ہی نہیں پھر یاد رہتا۔ وہ کہتے ہیں ہم سچے ہیں ہم کیسے کہیں کہ ہم جھوٹے ہیں۔ یہ نہیں کہنا کہ ہم جھوٹے ہیں، تذلل ایسا اختیار کرو گویا تم جھوٹے ہو۔ تو اچھا جو بھی ہے ہمیں معاف کر دو، قصور ہمارا ہی سہی اب یہ کہنے کا طریق ہے، یہ تو جھوٹ نہیں ہے۔ اچھا چھوڑو اس جھگڑے کو، جو پرانی باتیں ہیں ان کو طول نہ دو ختم کرو چلو میں ہی جھوٹا سہی یہ جب کہتے ہیں ''میں ہی جھوٹا سہی'' تو اس کا

مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ نے جھوٹے رنگ میں اپنے جھوٹ کا اقرار کیا ہے۔ یہ ایک طرز کلام ہے اور چھوٹے چھوٹے بعض لفظ زبانوں میں بہت ہی مفید اور کارآمد الفاظ ہوتے ہیں تو ہلکا سا Twist دے دیں بات کو جو بدی کی خاطر نہیں بلکہ نیکی کی خاطر ہو تو اس سے معاملے حل ہو جاتے ہیں۔

ابھی کل ہی ایک شخص کی طرف سے معافی کا خط ملا ہے جس نے اپنی عمر کا ایک لمبا عرصہ اخراج میں ضائع کر دیا اس بحث میں کہ نہیں میں سچا ہوں اس لئے میں کیسے معافی مانگوں اور ہر دفعہ اصرار۔ میں نے کہا پھر اگر تمہارا یہ اصرار ہے تو بیٹھے رہو اسی پہ، دلائل اور گواہیاں کہتی ہیں تم جھوٹے ہو اور تمہیں اصرار ہے اپنے سچ پر اور تم کہتے ہو میں پھر کیسے معافی مانگوں۔ آخر خدا نے اس کو عقل دی اس نے جب دوبارہ معافی مانگی تو جو امور عامہ کے کارکن ہیں انہوں نے ان سے پوچھا کہ اسی شرط کے ساتھ مانگ رہے ہو۔ اس نے کہا نہیں اب میں نے کافی دیکھ لیا ہے اس کا نقصان، میں جو بھی ہوں مجھے معاف کر دیا جائے۔ میں یہ بحث چھیڑتا ہی نہیں کہ میں سچا تھا کہ جھوٹا تھا۔ میں نے اسی وقت اس کو معاف کر دیا کیونکہ کسی کو جماعت سے الگ رکھنا تو میرے لئے بھی بڑی تکلیف کا موجب ہوتا ہے لیکن اگر کوئی غلط ضد پر اٹکا رہے تو اس کی غلط ضد کو تسلیم کرنا عفو اور درگزر اور مغفرت کے تقاضوں کے اندر نہیں ہے، وہ اس سے باہر کی چیز ہے۔

قرآن کریم فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ کا جو مضمون بیان کرتا ہے اس میں شرط ہے کہ عفو کی ایسی صورت میں تب اجازت ہوگی اگر اس کے نتیجہ میں اصلاح ہو۔ اگر اس کے نتیجہ میں غلطیاں پھیل جائیں اور غلط اصول قائم ہو جائیں اور فتنے پیدا ہونے شروع ہو جائیں تو پھر عفو کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے لوگ بعض دفعہ میرے ہی خطبوں کے حوالے دے کر مجھے ملزم کرتے ہیں کہ آپ نے تو عفو پر اتنا خطبہ دیا تھا مغفرت کی وہ وہ باتیں کی تھیں، آپ بھول گئے اب کیوں نہیں کرتے مغفرت سے کام۔ حالانکہ ان کو پتا نہیں کہ قرآن کریم نے خدا تعالیٰ کی ہر قسم کی صفات بیان فرمائی ہیں وہ تمام صفات آنحضرت ﷺ کی ذات میں جلوہ گر تھیں اور ان کے درمیان عدل تھا، ان کے درمیان ایک توازن تھا اور اس عدل کو قائم رکھنا لازم ہے۔ ورنہ محض مغفرت کے نام پر اگر آپ ہر بات کو نظر انداز کریں اور ہر بات کو معاف کریں گے تو اس کے نتیجہ میں گناہ بہت ہی شوریدہ سر ہو جاتے ہیں وہ باغی ہو کر سارے معاشرے کو برباد کر دیتے ہیں۔ تو ان چیزوں کے درمیان فرق رکھیں اور تب ہی رسول اللہ

ﷺ کی بعض ناراضگیاں بہت لمبا عرصہ چلی ہیں مگر اس لئے کہ ان معاملات میں آپؐ سمجھتے تھے کہ خدا کی اجازت کے بغیر میں مغفرت سے کام نہیں لے سکتا۔ جب اجازت آئی تو پھر آپؐ نے وہ مغفرت سے کام لیا۔ جہاں ایسا معاملہ نہیں تھا وہاں آپؐ نے بڑے بڑے درگزر اور عفو اور مغفرت سے کام لئے ہیں۔ تو یہ مضامین ایسے ہیں جو توازن کا تقاضا کرتے ہیں اپنی طبیعتوں میں ان باتوں میں توازن رکھئے۔

پس مغفرت کی بھی ضرورت پڑے گی اگر وہ ایسے گناہ ہوں جن سے بخشش سے کام لینا ہے تو پھر عفو کے اس مضمون کے بعد جو میں نے بیان کیا ہے، اس سے علیحدگی کے بعد پھر واپس لوٹو، پھر معافی دو اور معافی کے بعد اور بھی زیادہ محبت بڑھ جایا کرتی ہے بسا اوقات، کسی نے کہا ہے۔

''بڑا مزہ اس ملاپ میں ہے جو صلح ہو جائے جنگ ہو کر''

جنگ کی اپنی تلخیاں سہی مگر جنگ کے بعد جو ملنے کا مزہ ہے وہ پھر بات ہی اور ہے۔ تو مغفرت اس مزے کا نام ہے جو کچھ لڑائی، کچھ جنگ کے بعد انسان کرتا ہے اور پہلے سے بھی زیادہ تعلق میں بڑھ جاتا ہے اسی لئے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو ایک موقع پر اس طرح بیان فرمایا ہے کہ گویا خدا کو گناہ اچھا لگتا ہے کیونکہ اس کے بعد اس کو مغفرت کا بڑا مزہ آتا ہے۔ وہ میں نے ایک موقع پر تفصیل سے سمجھایا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ مطلب نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو لیکن یہ اپنی جگہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ چونکہ غفور رحیم ہے اس کو مغفرت کا اس سے لطف آتا ہے کہ اس کی مغفرت کے نتیجہ میں گناہوں کو حوصلہ نہیں ملتا بلکہ گناہ مٹتے ہیں اور بندے کا خدا سے پیار بڑھ جاتا ہے اور یہ وہ حکمت ہے جو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں مغفرت کے مضمون کو جتنا بار بار بیان فرمایا ہے شاید ہی کوئی اور مضمون ہو جو اس طرح اصرار اور تکرار کے ساتھ بار بار بیان ہوا ہو، مگر تکرار نہیں بلکہ بلاغ مبین کے طور پر بیان ہوا ہو۔

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پس یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہے۔ یہاں دو باتیں ہیں جن پر اس آیت کا اختتام ہے۔ اوّل یہ کہ اللہ تو غفور ہے اگر تم غفور نہیں بنو گے تو اللہ سے تعلق کاٹ لو گے ادھر اولاد کو دشمن بناؤ گے وہ ہاتھ سے جاتی رہے گی، بیوی جس کو تمہارے لئے سکینت اور راحتِ قلب کے لئے پیدا کیا گیا وہ تمہارے لئے سکینت اور راحتِ قلب دینے کی بجائے تمہارے خلاف عناد رکھنے والی ہو جائے گی۔ اولاد جس پر انسان کی آئندہ نسلوں کی بقاء کا انحصار ہے اس کی اپنی

بقاء ہے وہ دشمن کے طور پر باقی رہے گی اور ہمیشہ اس کو بغض اور عناد سے یاد رکھے گی۔

بعض دفعہ بعض جاہل مرد اتنا زیادہ سختی سے کام لیتے ہیں کہ ان کے اپنے بچے مجھے لکھتے ہیں کہ ان کے مرنے کے بعد ہم دعا کیسے کریں گے کہ دل سے جھوٹ تو نہیں اٹھ سکتا ہم اس مصیبت میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے یہ کرو اور وہ کرو، ان سے زیادہ سے زیادہ منہ بند تو کرلیں گے کہ اف نہیں کہنا مگر پھر ان کے لئے دعا دل سے کیسے نکلے گی اور جس لکھنے والے کی میں بات کر رہا ہوں وہ بالکل سچائی کے ساتھ لکھ رہا تھا۔ اس نے جس طرح وضاحت کی بالکل عیاں تھا اس میں کوئی بناوٹ نہیں وہ بے چارہ سخت مظلوم اور مجبور تھا اور دل چاہتا تھا کہ میں بھی نیک لوگوں کی طرح اپنے ماں باپ کے لئے دعائیں کروں لیکن اس نے کہا اس نے تو گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔ ماں پر سختی، بیٹیوں پر سختی، ہم پر سختی اور ایک دشمن کے طور پر ہمارے گھر میں بس رہا ہے وہ شخص اور کوئی بھی ایسا ذریعہ باقی نہیں رہنے دیا کہ ہم اس کے لئے دل میں کسی کونے میں محبت محسوس کریں۔

تو اپنی اولاد کو عدو بنانا باپ کا کام ہے، یہ قرآن کریم نے کھول دیا ہے مضمون کہ تمہاری بیویوں میں سے، تمہاری اولاد میں سے تمہارے دشمن ہیں۔ مگر کس کے دشمن ہیں ''جو عفو سے کام نہیں لیتا''۔ جو ترتیب یہ ہے عفو سے کام نہیں لیتا، صفح سے کام نہیں لیتا، میں اس کا معنی پہلے بیان کر چکا ہوں اور مغفرت سے کام نہیں لیتا اس کی اولاد اس کی دشمن ہو جائے گی اور پھر خدا کا تعلق بھی کاٹا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو غفور رحیم ہے۔ جو ان باتوں میں عفو، درگزر وغیرہ سے کام نہیں لیتا وہ رحیم نہیں ہوسکتا اور جو مغفرت نہیں کرتا اس کا غفور سے تعلق قائم نہیں ہوسکتا۔ تو دین و دنیا دونوں ہی ہاتھ سے نکل جائیں گے اگر انسان اس بدتمیزی کی روش پہ اصرار کرے اور اولاد کو اچھا بنانا اس کا فرض ہے کیونکہ اگر وہ اس کی بداخلاقی کے نتیجہ میں بری بن کے دنیا میں قائم ہوگی تو صرف یہ سوال نہیں ہے کہ اس سے کاٹی جائے گی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر وہ لوگ آئندہ دوسروں کو جو اپنی بدخلقی کا نشانہ بنائیں گے کیونکہ ہر بچے کا ایک ہی طرح ردّعمل نہیں ہوتا۔ بعض تو وہ ہیں جیسا کہ میں نے بیان کیا تکلیف محسوس کرتے ہیں، بے قراری محسوس کرتے ہیں، دعاؤں کے لئے خط لکھتے ہیں کہ خدا کے لئے ہمیں کچھ بتائیں ہم کیا کریں ہم اللہ کی نظر میں بد بننا نہیں چاہتے مگر بے اختیاری کا عالم ہوگیا ہے لیکن ایسے کم ہوتے ہیں۔ اکثر وہ ہیں جو اس رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں پھر، باپ گھر سے نکلا تو ایک بچہ دوسرے

پر پھر تشدد کرتا ہے اور مائیں پھر بعض دفعہ اسی رنگ میں رنگین ہو جاتی ہیں سارے گھر میں دنگا فساد، ایک دوسرے پر برتن اچھالنا، چیزیں پھینکنا۔ گھر ہے جو ایک فساد کی آماجگاہ ہو جاتا ہے اور پھر آگے یہ نسلیں اگلی نسلوں پر بڑا ہی ظلم کرنے والی بنتی ہیں۔ بہت سے معاملات جو میرے سامنے آتے رہتے ہیں مجھے صاف پتا چل جاتا ہے کہ کس ماں باپ کی گود میں اس عورت نے پرورش پائی ہے یا اس مرد نے پرورش پائی ہے ان کی ساری تاریخ ان کے اندر لکھی ہوئی ہے جو دہرا رہی ہے اپنے آپ کو، کتنی نسلوں تک یہ بد پھل کھائیں گے آخر۔ اس لئے ضروری ہے کہ بار بار بلاغ مبین کے ذریعے ان پر بات کھولی جائے اصرار کیا جائے کہ خدا کے لئے ہوش کرو کسی دن سوچو تو سہی کہ تم کیا ہو گئے ہو تم نے اپنے گھر کا کیا حال بنا رکھا ہے اور اس کے بدنتائج سے پھر تم بھاگ نہیں سکو گے اور مر بھی جاؤ گے تو وہ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے کیونکہ ہر آنے والی نسل تمہیں بددعائیں دے گی۔ پس اس وجہ سے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درس والی رؤیا تھی اس نے مجھے اس پر آمادہ کیا کہ بہت ہی اہم مسئلہ ہے، اس پر میں زور دوں اور بار بار زور دوں اور آپ کو سمجھاؤں کہ عفو اور درگزر کے بغیر اور صفح اور مغفرت کے بغیر ہم حقیقت میں اپنی اولاد کی کیا دنیا میں کسی کی بھی تربیت نہیں کر سکتے۔

اب میں چند احادیث، جتنا بھی وقت ہے، وہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ باقی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی اقتباسات ہیں وہ آئندہ خطبہ میں بھی اس مضمون کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق بتایا کہ آپؐ نے فرمایا:

ما نقصت صدقة من مال ولا عفا رجل عن مظلمة الا زاده الله عزًا

(مسند احمدبن حنبل ،مسند العشرة المبشرين با لجنة،باقی مسند المكثرين من الصحابة ،مسند أبی هريرةؓ)

کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ سے مال میں کمی نہیں ہوا کرتی، یہ بھول جاؤ بات کہ صدقہ سے مال کم ہوتا ہے۔ صدقہ سے مال ہمیشہ بڑھتا ہے اور اس میں برکت پڑتی ہے اور یہ بھی بہت ہی گہرا مضمون ہے اپنی ذات میں الگ تفصیل کا محتاج ہے۔ بعض دفعہ میں نے اس پر روشنی ڈالی مگر بعض دفعہ پھر بھی اسے بتانا پڑے گا کہ ایک طریق سود کے ذریعے مال بڑھانے کا ہے ایک قرضہ حسنہ خدا کو دینے کے ذریعے مال بڑھانا ہے ایک صدقات کے ذریعے مال کا بڑھانا ہے

اور یہ ساری باتیں اپنی جگہ سچی ہیں کہ سود کے ذریعے نہیں بڑھتا بلکہ اس پہ نحوست پیدا ہوتی ہے۔ اللہ کو قرضہ حسنہ دینے سے لازماً بڑھتا ہے اور غریب کی مدد کرنے سے، ضرورت منداور محتاج کا خیال رکھنے سے مال میں ضرور برکت پڑتی ہے لیکن یہ چونکہ ضمنی مضمون یہاں آیا ہے اس لئے میں اس کو سردست چھوڑتا ہوں۔

اگلی بات یہ ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی انسان عفو سے کام لے اور خدا تعالیٰ نے اس کو عزت نہ دی ہو۔عفو سے اگر کام لوگے تو تمہاری عزت بڑھے گی عزت کم نہیں ہوگی اور یہ ایک بہت ہی گہرا نفسیاتی راز ہے جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے ہم پر کھولا اور امر واقعہ یہ ہے کہ وہ ماں باپ جو اپنی اولاد سے عفو کا سلوک کرتے ہیں ہمیشہ ان کی عزت ان کی اولاد کے دل میں بڑھتی ہے اور عفو کے ذریعے باہر سوسائٹی میں بھی عزت بڑھتی ہے اور کبھی عفو سے انسان گرتا نہیں یعنی لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ اس کو کیا پتا چلتا ہے چلو چھوڑو پرے اس کو۔عفو میں ایک وقار پایا جاتا ہے۔عفو کے مضمون میں یہ بات داخل ہے کہ علم ہوگیا ہے لیکن دیکھو ہم اپنی اعلیٰ حوصلگی کی وجہ سے، اپنے وسیع القلب ہونے کی وجہ سے تجھ سے اعراض کر رہے ہیں اس کے نتیجہ میں ہمیشہ ایسے شخص کے لئے دل میں عزت بڑھتی ہے اس کے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ اس کی ایک بہت ہی اعلیٰ پائے کی مثال تھے۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی میں نے بہت قریب سے اور بار بار دیکھا عجیب عفو کا رنگ تھا یعنی جانتے تھے کہ یہ کچھ ہو رہا ہے مگر یوں نظر کرتے تھے گویا دیکھا ہی کچھ نہیں مگر جب دیکھتے تھے تو پھر صفح جمیل ضرور ہوتا تھا جب آنکھوں میں آنکھیں ڈال لیں جب ایسے دیکھا کہ نظر آ گیا کہ اس نے دیکھ لیا ہے پھر اس سے ناراضگی کا اظہار بھی بالکل اسی طرح جیسے قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ پھر اس سے کچھ دیر کے لئے گویا الگ ہوگئے، نگاہوں میں اجنبیت آ گئی، یہ ہے وہ عفو کا دوسرا طریق یعنی معنیٰ وہی ہے مگر اور رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔گویا نہیں دیکھا، اس کو نہیں دیکھا جو توجہ چاہتا ہے۔ہر وقت جس کو عادت ہو کہ مجھ پر پیار کی نظر رہے اس سے نظریں ہٹانا بہت بڑی سزا ہے اور Reprove کا معنی اس لحاظ سے اس میں داخل ہو جاتا ہے۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر تم اگر عفو سے کام لوگے تو عفو کے نتیجہ میں تمہیں کبھی بھی گھٹیا اور چھوٹا نہیں سمجھا جائے گا۔اب اس میں ایک اور بڑی عجیب راز کی

بات بیان فرمادی جس کی طرف توجہ دلا کے اب چونکہ وقت ختم ہو رہا ہے میں اس خطبہ کو ختم کروں گا کہ عفو ہے کیا، وہ عفو جس کے نتیجہ میں اولاد بدتمیز ہوتی ہے اور کھل کھیلتی ہے، شرارتیں کرتی چلی جاتی ہے اس کے نتیجہ میں اس اولاد کے دل میں ان ماں باپ کی عزت کبھی نہیں پیدا ہوئی اس لئے عفو پہچاننے کا کتنا عمدہ ذریعہ بیان فرما دیا۔ فرمایا عفو ہے ہی وہی جس کے ذریعے تمہاری عزت بڑھے۔ جہاں تم نے عفو کے نام پر خطاؤں سے نظر پھیری ہے اور خطائیں شوخ ہوگئی ہیں اور بچے بدتمیز ہو گئے ہیں تم بے وقوف ہو جو سمجھتے ہو کہ عفو سے کام لیا جا رہا ہے۔ تم وہ حد پھلانگ چکے ہو جہاں عفو کی جو عمل داری تھی وہ ختم ہوگئی اس حد سے باہر آ گئے ہو۔ تو ایک ہی چھوٹے سے پیارے فقرے میں آنحضرت ﷺ نے کتنا عظیم الشان نکتہ بیان فرما دیا عفو کی پہچان کا۔ فرمایا اس وقت تک تمہارا عفو ہے جب تک اس کے نتیجہ میں تمہاری عزت بڑھتی ہے جہاں تمہاری عزت ختم ہونی شروع ہو جائے وہاں عفو ختم ہے۔

پس وہ مائیں جو اپنے بچوں کو خاص طور پر جب وہ دوسروں کے گھروں میں جائیں تو ہر قسم کی کھلی چھٹی دے دیتی ہیں، دوڑے پھرتے ہیں آوازیں نکالتے، چیخیں مارتے، بدتمیزی کا اظہار اور ان کے ہنسنے کی طرز میں ہی بدتمیزی پائی جاتی ہے اور جو میزبان ہے اس کو تکلیف پہنچ رہی ہے اس کے بچے حیران ہو جاتے ہیں یہ کیا ہو رہا ہے اور ماں بیٹھی ہے بے حس، پرواہ ہی کوئی نہیں اور وہ پھر ان کی قیمتی چیزیں جو انہوں نے سجاوٹ کی چیزیں رکھیں، اٹھا کے وہ پھینکیں، کوئی شیشہ توڑ دیا بہت قیمتی، کوئی اور چیز کسی کو نقصان پہنچا دیا، اور ماں ہے ''بڑا شرارتی ہے ایسا نہ کریا کر'' اور ایسا بچہ ضرور ماں سے بدتمیز ہوتا ہے یہ میرا تجربہ ہے ایک دفعہ بھی میں نے اس بات کو غلط نہیں دیکھا۔ ایسی مائیں جو ڈھیل دیتی ہیں ان کی عزت گر جاتی ہے اور ذلیل ہو جاتی ہیں وہ، اور وہ اولاد پھر ان پر بھی تحکم کرنے لگتی ہے۔

یہ مضمون ہے جو آنحضرت ﷺ نے بیان فرما دیا کہ یاد رکھو عفو سے عزت کم نہیں ہوا کرتی بلکہ خدا ہمیشہ ایسے شخص کی عزت بڑھاتا ہے۔ جہاں کم ہوتی دیکھو گے وہاں تم عفو کی حدیں پھلانگ گئے اس لئے لازم ہے تم پر کہ تم اپنی نگرانی کرو اور عفو کی حد سے باہر نہ نکلو۔ **عن مظلمةٍ** لفظ تھا جو میں بھول گیا تھا بیان کرنا۔ **مظلمةٍ** سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسی باتیں جن سے تم پر کچھ ظلم ہوا ہے تمہارا نقصان ضرور ہوا ہے اور تکلیف کا موجب بنا ہے پھر، عام روزمرّہ جو باتیں ہیں

ان میں عفوتو اور چیز ہے مگر یہ عفو اس موقع کی باتیں ہیں جیسی کہ مثالیں بیان کی تھیں کہ تھوڑا بہت نقصان پہنچا دیا۔

اب جو باہر کے بچے آپ کے ہاں آتے ہیں ان سے بھی انسان عفو سے کام لیتا تو ہے مگر اگر وہ عفو کا کام آپ کو نقصان سے بچا نہ سکے اور آپ کی عزت بھی کم ہو تو پھر وہاں بھی عفو سے کام لینا جائز نہیں ہے۔ دوسرے ماں کے بچے پر سختی نہ کریں، اس کو ماریں نہیں مگر صفح جمیل کا حکم اس کے بعد آپ پر لازماً صادق آتا ہے کہ سمجھائیں ماں باپ کو، کیونکہ صفح میں صرف اعراض کر کے ناراضگی کا اظہار نہیں بلکہ لفظوں میں ناراضگی کا اظہار بھی لغت کی رو سے لفظ صفح میں داخل ہے تو سمجھانا چاہئے اس کی ماں کو یا اس کے باپ کو جو بھی ساتھ ہو کہ دیکھو تم بچوں سے ٹھیک سلوک نہیں کر رہیں یہ نقصان پہنچا رہے ہیں اور تکلیف دہ بات ہے۔ اس میں سزا دینے کا مفہوم نہیں ہے مگر اظہار ناپسندیدگی اس رنگ میں کہ دوسرے کو محسوس ہو کہ ایک غلط بات ہوگئی ہے۔

تو اس طرح اپنے معاشرے کو قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ڈھالیں تو گھر میں اگر تربیت اچھی ہو جائے گی تو یاد رکھیں پھر آپ ایک دنیا کی مربی قوم کے طور پر ابھریں گے اور ایسی قوم جوان نصائح پر جو گھر سے شروع ہوتی ہیں اور بظاہر چھوٹی چھوٹی ہیں جوان سے فائدہ اٹھاتی ہے اس کے مرتبے بہت بلند ہو جاتے ہیں اور زادہ اللّٰہ کا جو مضمون ہے وہ آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ اللہ عزت دیتا ہے اس شخص کو۔ یعنی بات تو نفسیاتی ہے مگر اللہ کی طرف عزت کو پھیر دینا دو باتوں کو ظاہر کرتا ہے ایک تو یہ کہ قانون قدرت ہے، خدا کا بنایا ہوا قانون ہے جو ضرور عمل دکھائے گا ایسی صورت میں اگر عفو سچا ہے تو تم ضرور اس کے نتیجہ میں زیادہ عزت کے ساتھ یاد کئے جاؤ گے، عزت کے ساتھ تم سے سلوک کیا جائے گا لیکن اس سے بڑھ کر مضمون یہ ہے کہ جب اللہ کسی کو عزت دیتا ہے تو اس کی پھر کوئی حد نہیں رہتی وہ اس کے مرتبے کو جتنا چاہے بڑھائے، بڑھاتا چلا جاتا ہے۔

پس محض ایک نفسیاتی ردعمل کے طور پر نہیں بلکہ اگر تم خدا کی خاطر ایسا کرو گے۔ اگر اللہ کے خوف یا اس کی محبت کے نتیجہ میں ایسا کرو گے تو پھر تمہاری عزتیں ضرور دنیا میں بڑھیں گی اور یہ وہ

مضمون ہے جو ساری عالمگیر جماعت سے ان معنوں میں تعلق رکھتا ہے کہ اگر وہ گھر میں عفو سے کام لیں گے تو خدا محض گھر میں آپ کو جزا دینے کا پابند نہیں ہے۔ اللہ کی جزا تو پھر گلیوں، شہروں، ملک ملک پھیلتی ہے اور وہ کسی حد بندی کی پابند نہیں ہے اس لئے یہ جماعت کی عزت اور وقار کو بڑھانے کے لئے بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن اور رسول اللہ ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قرآن اور رسول ﷺ کی ہدایت کی روشنی میں نصیحتوں پر عمل درآمد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین